حسینی انقلاب کا مقصد اصلاح امت

حجۃ الاسلام مولانا قربان علی

حضرت حق تعالیٰ نے ہمیں عقل دے کر حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت دی ہے ہم عقل سے کام نہ لے کر باطل کی پیروی کریں تو خدا ہمیں جہنم میں ڈھکیل دے گا۔ حضرت امام حسینؑ کا اصلاحی قیام آیا حق پر مبنی ہے یا نہیں ؟ اس کو عقل سے پرکھنا ضروری ہے لہٰذا ہم چند سوالوں کے جوابات میں حق تلاش کرتے ہیں:

(۱) زمانہ جاہلیت میں رسولؐ کی اصلاحات اور اموی سفیانی دور کی جہالت میں حسینؑ کی اصلاحات میں کیا فرق ہے ؟

(۲) یزید کی بیعت کا مطالبہ نہ ہوتا ،تب بھی آیا حضرت امام حسینؑ قیام فرماتے ؟

(۳) کوفیوں نے حکومت کی دعوت نہ دی ہوتی تو کیا حضرت امام حسینؑ پھر بھی قیام فرماتے ؟

(۴) حضرت امام حسینؑ کا قیام آیا ایک اتفاقی امر تھا یا پہلے سے سوچی سمجھی تد بیروں کا نتیجہ تھا ؟

(۵) حضرت امام حسینؑ نے روش شہادت کیوں اپنائی جبکہ تشکیل حکومت سے بھی اصلاح ہوسکتی تھی ؟

جاہلی عرب کی اجتماعی و انفرادی زندگی کی تمام بدبختیوں اورضلالت و گمراہی کے اسباب زیادہ ہیں مگر دوسبب بہت اہم ہیں :

الف : جہالت وتنگ نظری نے عرب کوشرک وبت پرستی ، بیٹیوں کو زندہ دفن اورماں کوشادی سے محروم کرنے یااس سے شادی رچانے کی طرف ڈھکیلا ہے۔

ب: ضمیرمردگی اورقساوت قلبی نے عرب کوجہنم تک پہنچادیا تھا،عرب کا ضمیر بیدار ہوتا تو وہ کبھی شہوت رانی ،شرانجوری ،قتل وغارت گری ،مال ودولت کی خاطر باپ بیٹے اور بھائی کا خون کرنے یا چند وقت کا کھانا اورآزوقہ دے کر بھائی کے بچوں کوگروی رکھنے کی اجازت نہ دیتا اور نہ ہی اپنے تمام امور عورتوں پر چھوڑ کرعیش وعشرت کدہ میں جاتا۔حضرت ابراہیمؑ نے مکہ میں توحید اور دین حنیف کی بنیاد رکھی تھی مگر لوگ رفتہ رفتہ بت پرستی ،ملائکہ پرستی ،دوگانہ پرستی،خورشید پرستی اور ستارہ پرستی کی طرف بڑھ گئے اورنوبت یہاںتک پہنچی کہ کعبہ میں عورتوں کی تالیوں اورسیٹیوں کی گونج میں برہنہ اور حالت مستی میں عبادت اور نماز ادا کی جانے لگی ،جاہلی عرب معاشرہ میں عورت کا وجود حقارت آمیز تھا ، باپ کی نظرمیں عورت شیطان اور فتنہ وفسادکی جڑتھی اس لئے وہ اپنی بیٹی کو زندہ دفن کردیتا تھا ،عرب معاشرہ میں قوم وقبیلہ پرستی مایہ افتخار تھی ،رئیس قبیلہ کے انتخاب میں سن رسیدگی ،بزرگی،قبیلی تعصب اور دولت ملاک تھی البتہ قبیلہ کی حاکمیت موروثی نہیں تھی،قبائل عرب میں قریش کو سیاست میں بڑا دخل تھا، اشراف مکہ اس کے سرفہرست تھے ،وہ اپنے ظالمانہ قوانین کے سبب پورے عرب پر حکمرانی کرتا تھا۔بہرحال جاہلیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں آفتاب رسالت طلوع ہوا اورضمیروں کو بیدار کردیا، جہالت کو کچل ڈالا ،منحرف عقیدوں کی اصلاح کی ،شرک وبت پرستی کوختم کرکے توحید کا درخت اُگایا تو بلال قریش کے شکنجوں میں اَحَدٌ اَحَدٌ کی صدائیں بلند کرتا ہے ،قرآنی تعلیم اور معلم قرآن کی جان لیوا کاوشوں نے جاہلی عرب معاشرہ کی کایا پلٹ دی ،کل جو باپ اپنی بیٹی کی شادی قبر کی مٹی سے رچاتا تھا آج شرمندہ ونادم ہوگیا،کل شراب پینے والا آج شراب خانوں میں آگ لگا

دیتا ہے ،کل جو غیر کی بہو وبیٹیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا تا تھا، وہی آج زانی کو اپنے ہاتھوں سے سزا دیتا ہے، کل جو عیش وعشرت اورقتل وغارت میں غرق تھا آج وہی مناجات ،رازونیاز اور کفار سے جنگ و جدال میں مشغول ہے ، آنحضرتؐ نے جہالت کو دور اورضمیروں کو بیدار ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کے دینی جوش وولولہ کوبھی بڑھاوادیا تھا۔

لیکن رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی امت اسلامی کا عقیدہ اورایمان سست پڑگیا ،خلفاء ثلاثہ کے دور نے اسلامی معاشرہ کا دھارا بدل دیا،نتیجہ میں پرانے زمانے کی پرانی جاہلیت ،نئی جاہلیت کے روپ میں آگئی۔عرب کا کینہ وحسد دوبارہ گل بوٹے کھلانے لگا ، چوری ڈکیتی ،غارت گری دوبارہ لوٹ آئی، بس فرق اتناتھا کہ کل غیروں کا مال جھٹکے سے کھایا جاتا تھا، آج مسلمانوں کے خزانوں پر ڈکیتی پڑنے لگی ،شراب دوبارہ دسترخوانوں پرسجائی جانے لگی اور عدالت کی کوٹھری میں بھی جاگھسی ، خلیفہ کا نمائندہ کوفہ کا گورنر حالت مستی میں نماز پڑھاتا ہے ،خاندانی رقابت تعصب قومی اورثروت زمانۂ جاہلیت میں رئیس قبیلہ کے انتخاب میں معیارتھی ،خلفاء ثلاثہ کے انتخاب میں بھی وہی استعمال کی گئی جس نے امام علیؑ کے ہاتھوں سے حاکمیت کی باگ ڈورچھین لی تھی۔

اموی سفیانی دورمیں زمان جاہلیت کی عداوت ودشمنی اورقتل وغارت گری اپنے عروج کوپہنچ گئی، سفیانی دور میں بھی جہالت وتنگ نظری اورضمیروں کا سوجانا تمام بدبختیوں کا باعث تھا،مال ومنال اتنا اہم قرار پایا کہ لوگ اپنا دینی تقدس کھوبیٹھے ، بڑی بڑی امانتوں پر ہاتھ مارنے لگے ،ظلم پر پردہ، اہداف کو پایۂ تکمیل اوراپنی بدعتوں کو دینی رنگ چڑھانے کیلئے دھڑادھڑ حدیثیں جعل ہونے لگیں، دین میں تحریف کی اس سے بڑھ کراورکیامثال ہوگی کہ عائشہ نے معاویہ سے پوچھا: کیوں یزید کو جانشین بناتا ہے؟ تو اس نے کہا : خلافت یزید قضاء الٰہی اورخواست خدا ہے ،بندوں کو دخالت کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ سچے رہنماؤں کودینی راستے سے ہٹادیا گیایہاں تک کہ لوگ اپنے بچوں کا نام علیؑ کے نام پرنہیں رکھ سکتے تھے ،امام حسنؑ کوبھی کنارے ڈال دیا گیا اور امام حسینؑ کو ہٹانے کا منصوبہ توزیادہ قوی تھا۔ دس سالہ امامت کے دورمیں صرف ۲۷۵ حدیثیں احکام شرعی میں آپ سے نقل ہوئی ہیں، امام کو راستہ سے بالکل ہٹایا جاچکا تھا، چنانچہ میدان کربلا میں وہ خودفرماتے ہیں: ''کوفیو! پہچانوں میں کون ہوں؟ میں تمہارے رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کالخت جگرہوں''۔حضرت امام حسینؑ کے زمانے کی نئی جاہلیت میں بھی جہالت وتنگ نظری،عوام فریبی اورضمیروں کا سوجانا تمام بدبختیوں کا باعث تھا ،امام

کے دور میں نئی جاہلیت ایک ایسی محیط اور فضا میں اتری جب قرآن کا بڑا بول بالا تھا۔کتنے لوگ حافظ، کتنے کاتب وحی اور کتنے قاریان قرآن تھے جو لوگوں کو قرآن پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے گویا قرآن کا پیغام لوگوں تک پہنچ چکا تھا ،حضرت رسول خداؐ اپنے وجود ،معجزات ،سنت وعمل، زبان وحی اور اپنی یادگار سیرت کے ساتھ ابھی ابھی زندگی کو خیرباد کہہ چکے تھے، لوگ ابھی تک آپ کے پاکیزہ انفاس ،خطبوں ،حدیثوں اور زرین اقوال وافعال کے ذریعہ اپنی روحوں کو صیقل دے رہے تھے۔ ابھی تک آنحضرتؐ کی امانت داری ،شجاعت ،صداقت،عبادت ورشادت ،پارسائی،محنت ومشقت، پیار ومحبت،ایثار وقربانی جیسے سیکڑوں ممتاز کمالات کی حکایتیں سینہ بسینہ نقل ہورہی تھیں جو مسلمانوں کی عبرت کا باعث تھیں،مگر اس کے باوجود وہی سب کچھ ہورہا تھا جو کل اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا۔ چنانچہ امام حسینؑ کی ہمعصر نئی جاہلیت، جناب ابوذر ،عمار،مقداد،ابن مسعود، مالک اشتر،محمد ابن ابی بکر،حجرابن عدی ،عمرابن حمق خزاعی اور دیگر دسیوں پاکباز شہیدوں کی مقاومتوں کی سنگین باڑھ اور حضرت علیؑ اورامام حسنؑ کی قدآور شخصیتوں کو روندتی آگے بڑھی تھی تاکہ علم کو مات دیدے لہٰذا اس سے ٹکرانا آسان کام نہ تھا۔[۱]

یزید کی بیعت پر اصرار نے امام کو قیام کیلئے مجبور کیا تھا:

مدینہ کے حاکم ''ولید بن عتبہ'' نے امام کو طلب کیا اور مرگ معاویہ کی خبر دے کر کہا: یزید کا حکم ہے : ہماری بیعت حسینؑ سے لے لو ،بیعت نہ کریں تو انھیں سانس لینے کی بھی مہلت نہ دو ، اب آپ بتایئے ! بیعت کرتے ہیں یانہیں؟ امام نے فرمایا: ''مجمع عام اور دن کے اجالے میں بات کرنا جب تم دوسروں سے بیعت لے لوگے'' مروان نے کہا: ''اے ولید! بیعت لئے بغیر حسینؑ کو جانے نہ دو ،قید کرلو ،بیعت کریں تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کردو'' امام نے کہا: ''یابن الزرقاء ! تیری یہ مجال! تو مجھے قتل کرے گا ؟ امام کی آواز پر بنی ہاشم کے جوان دربارمیں درآئے اور امام کو بخیر وعافیت واپس لے آئے ،اس کے بعد مروان نے ولید سے کہا: ''تونے میری بات نہیں مانی،ایسا موقع پھر کبھی تیرے ہاتھ نہ آئے گا ،ولید نے کہا: تم مجھے ملامت نہ کرو ،تمہارا مشورہ میرے دین کی تباہی تھا،قتل حسینؑ کے عوض پوری کائنات کی دولت مل جائے تو مجھے منظور نہیں ،صرف بیعت نہ کرنے پر قتل کردوں، خدا کی قسم روز قیامت جس سے خون حسینؑ کی باز پرس ہو، وہ جہنم میں جائے گا'' [۲]

بیعت یزید کا مطلب ایک فاسق وفاجر اور نالائق کی خلافت اور ایک ظالم حکومت کی تائید کرنا تھا جس

کی بنیاد امیر شام نے ڈالی تھی ،حیات معاویہ ہی میں امام حسینؑ نے یزید کی ولیعہدی کو ٹھکرا دیا تھا اور بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ ۳۔ حضرت امام حسینؑ نے جہاں معاویہ کو خط لکھ کر دوسرے امور ومظالم پر سرزنش کی تھی وہاں یزید کی ولیعہدی کے بارے میں بھی سرزنش کی تھی کہ تو نے ایک سگباز اور شرابی کو ولیعہد بنایا ہے۔ ۴۔ آج بھی جب بیعت کا مطالبہ ہوا تو امام نے صاف انکار کر دیا اور اپنے اہل وعیال ،عزیز واقرباء اور دوستوں کو لے کر مکہ چلے آئے تا کہ دنیا بھر کے حاجیوں کو اپنے قیام کا مقصد سمجھائیں۔ حضرت امام حسینؑ کا قیام اب تک ایک ناجائز تقاضے سے انکار اور اس میں امام کا وظیفہ ایک دفاعی وظیفہ تھا جس کا آغاز کوفیوں کی دعوت سے پہلے ہو چکا تھا۔

کوفیوں نے دعوت دی ،تب امام نے قیام کیا تھا:

کوفہ میں جنہیں ۲۰ سال پہلے حضرت علیؑ کی حکومت یاد تھی ،جو امام کی تعلیم وتربیت، عدالت اور سر پرستی میں پروان چڑھے تھے ،سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور امام حسینؑ کو تشکیل حکومت کی دعوت دے ڈالی، ۱۲یا ۱۸ ہزار خطوط لکھے ،امام کو کوفیوں کا پہلا خط قیام سے ۴۲دن کے بعد ۱۰ رمضان ۶۰ھ کو ملا جس نے حسینؑ پر شرعی ذمہ داری عائد کر دی لہٰذا آپ نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا تا کہ کوفہ کی فضا کے بارے میں خبر دیں ،یہ امام کا مثبت اقدام ہے ،بیعت سے انکار اور مدینہ سے مکہ میں اب تک گویا امام حسینؑ کے ذمہ کوئی وظیفہ نہیں تھا لیکن اب کوفیوں نے شرعی وظیفہ معین کر دیا تھا لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کوفیوں نے چونکہ امام کو دعوت دی تھی، تب امام نے حکومت کی لالچ میں بیعت سے انکار اور قیام کیا ہے اور یہ دو شہزادوں کی جنگ ہے ، پہلے امام حسینؑ نے قیام کیا ہے، تب کوفیوں کی دعوت آئی ہے ،اگر ان کی دعوت نہ آئی ہوتی زمین خدا تنگ کر دی گئی ہوتی تب بھی امام اپنے قیام کو جاری رکھتے۔

امت کی اصلاح اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے قیام کیا تھا:

حضرت امام حسینؑ نے پہلے ہی روز اصلاح امت جد ،امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا شعار بلند کر کے مدینہ چھوڑا ہے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ امام نے چونکہ بیعت سے انکار کر دیا تھا پس قیام کرنا یا عبداللہ بن زبیر کی طرح چھپ کر بھاگ جانا ناگزیر تھا،نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اگر امام سے بیعت کا مطالبہ بھی نہ ہوتا تب بھی حسینؑ قیام کرنے کو اپنے اوپر واجب جانتے تھے، اس لئے کہ آپ کے قیام کا مقصد یزید کی غیر اسلامی حکومت پر اعتراض تھا، اس کی حکومت منکرات ،فساد اور ظلم وجور سے بھری

تھی اس لئے امام پر شرعی ذمہ داری اور وظیفہ الٰہی عائد ہوتا تھا کہ قیام کریں۔

کوفیوں نے یزید سے منھ موڑ کر دعوت دی تھی اور آپ نے قبول کر لی تھی اس لئے ان کی دعوت اہم ہے، اگر حالات سازگار ہوتے تو ضرور اس پر عمل کرتے مگر بیعت سے انکار کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ امام نے بارہا ٹھوس لہجہ میں کہہ دیا تھا کہ کچھ بھی ہو میں بیعت نہ کروں گا، سر کٹادوں گا بیعت نہ کروں گا ،امام حسینؑ کے عزم اور مقاومت سے پتہ چلتا ہے کہ یزید کی حکومت باطل اور ایک غیر اسلامی حکومت تھی لیکن ان دونوں عوامل سے زیادہ اہم تیسرا سبب ''اصلاح امت ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ ہے ،انکار بیعت دفاعی پہلو رکھتا ہے ،بھاگ کر یا کسی جگہ چھپ کر جان بچائی جا سکتی ہے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر نے بچائی تھی ،کوفیوں کی دعوت بھی اہم نہیں ہے کیونکہ جب کوفہ کی فضا مکدر اور جناب مسلم کے قتل کی خبر ملی ہے تو امام کو اس وقت عراق کے سفر سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جو خطبے امام نے دیئے ہیں وہ بڑے سخت ،گرم اور پر ہیجان ہیں ، ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سب سے زیادہ اسی تیسرے سبب'' امت جد کی اصلاح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر زیادہ تکیہ کئے ہوئے ہیں ،یزید پر زیادہ معترض اور غضبناک ہیں ۔''

حکومت یزید کا پس منظر :

شامیوں نے نہ رسولؐ کو درک کیا تھا اور نہ ہی مخلص اصحاب کو دیکھا تھا ،مدینہ والے جس طرح اسلام سے واقف تھے ،شامی لوگ اس طرح واقف نہ تھے ،۱۱۳ صحابیوں نے شام کو فتح کرنے میں کردار ادا کیا تھا یا انھوں نے وہاں سکونت اختیار کر لی تھی مگر ان کی اکثریت بہت کم عرصہ میں وفات پا گئی تھی، باقی گوشہ نشین تھے کیونکہ نہ ان کی چلتی تھی اور نہ ہی ان کی کوئی عزت تھی ،شامیوں نے بس خالد بن ولید اور معاویہ بن ابی سفیان کو دیکھا تھا ،نئی نسل اور یزید کے ہم سن افراد حقیقی اسلام سے آشنا نہ تھے،امیر شام نے اس طرح ان کی تربیت کی تھی کہ لوگ اپنی بصارت اور آگاہی سے محروم تھے ،وہ اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہ کرتے تھے ،جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھ لیا کرتے تھے ،بس وہ امیر شام کے اسلام پر راضی اور اس کے سامنے سجدہ ریز تھے ۔۵

اپنے زمانہ کی پرانی جاہلیت میں رسول □ نے اپنی معنوی اور آسمانی شخصیت، قرآن وسنت ،مکرر معجزات،اپنی مقاومت وجہاد کے جو ابزار ووسائل استعمال کئے تھے ،ان سے امام حسینؑ اپنے

دور کی جاہلیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، یہ سب تو اس کے سامنے فیل ہو چکے تھے ،قرآنی آیتیں جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرتی تھیں، دلوں کو خاشعین کی منزلوں میں لاتی تھیں،آج ان کا اثر جاتا رہا تھا، الفاظ قرآن کی قرائت سے دل خوش کیا جاتا،احادیث وآیات کے نفوذ کا راستہ بند ہوگیا تھا،روز بروز جہل قاریان قرآن اور فقہاء کی روحوں کے ذریعے پروان چڑھ رہا تھا ،اس کے سامنے نبی مکرم □ کی اصلاح کے ہتھیار بھی فیل تھے، جہالت کے مقابلے میں رسول □ کے موقف میں اور امام حسینؑ کے موقف میں زمین تا آسمان فرق تھا، نبی مکرم □ کی اصلاح کے ہتھیار آج فیل ہو چکے تھے، امام کے دور کی نئی جاہلیت ،اپنی اصلاح کیلئے نئی روش اور نئے ہتھیار مانگ رہی تھی ،تنگ نظری ،ضمیر مردگی اور عوام فریبی نے تحریف دین،حدود کی تعطیل ،حدیثیں جعل ،آیتوں کے معانی ومفہوم میں الٹ پھیر کرنے کی فضا ہموار کردی تھی ،امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی آواز کو نطفہ میں ہی گھونٹ دیا جاتا تھا،رسولؐ کے سچے اور برحق آئمہ کو راستے سے ہٹا کر ان کے ہاتھوں میں بیلچہ وپھاوڑہ پکڑادیا تھا،سقیفہ سے اس کی ریت چلی آرہی تھی،تمام عہدوں پر جاہلوں نے قبضہ کر رکھا تھا،زبان وحی کے فرزندوں ''امام حسنؑ وامام حسینؑ'' کو گوشہ نشینی پر مجبور کردیا تھا ، جاہلی آداب ورسوم لوٹ آئے تھے پس حضرت امام حسینؑ کے زمانے کی جہالت اوردین سے دوری اصلاح کیلئے نئی روش اور نئے ہتھیار مانگ رہی تھی ،روز بروز حسینؑ پر دوسروں کی نسبت زیادہ سخت گذر رہا تھا،ہر روز اس خدائی مرد پر روحی شکنجہ اورغم بڑھتا جارہا تھا اسلئے امام ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے تا کہ اپنے جدکی امت کو گمراہ ہونے سے بچالیں لیکن تنہا آمادہ ہونا اور اصلاح کی صلاحیت رکھنا تو کافی نہیں تھا جب تک کہ تحقق اصلاح کے اسباب فراہم نہ ہوجائیں چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے دومتمائز اورمختلف موقف اختیار کئے :

اعتراض آمیز سکوت :

حضرت امام حسینؑ نے حاکم شام کے دورمیں نہ خود قیام کیا اور نہ دوسروں کو اجازت دی، دوستوں نے اصرار کیا تو فرمایا: ''جب تک یہ امیر زندہ ہے، گھروں میں ایسے بیٹھے رہو، جیسے فرش بچھا رہتا ہے'' آپ کے سکوت کی دلیل یہ ہے کہ امیر شام بدرجہ اتم مکارو چالاک تھا جب لوگوں نے امیر شام کی چالاکی کے طعنے حضرت علیؑ کودیئے تو آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم ! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک وسیاستداں نہیں ہے وہ چالاکی دکھاتا ہے اور مرتکب گناہ ہوجاتا ہے اگر مکاری بری چیز

نہ ہوتی تو میں لوگوں میں سب سے بڑا سیاست مدار ہوتا۔لیکن کیا کروں ،مکاری گناہ ہے اور گناہ کفر کا باعث ہے'' ۶؎

اگرامام حسینؑ نے اس کے دور میں قیام کیاہوتا تو وہ فوراًنقض صلح امام حسنؑ ،خلیفہ کے خلاف خروج اور فتنہ گری کا مارک چپکا دیتا اورعوام فوراًقبول کر لیتے،امیر شام نے حسینؑ کے چاہنے والوں پر ظلم ،قتل وغارت گری اور امام علیؑ کومنبر سے گالیاں دینے کے سلسلے کو جاری رکھا تا کہ حسینؑ اُٹھ کھڑے ہوں تووہ ان کوصفحہ ہستی سے مٹادے لیکن امام اس کی سیاست کوسمجھ گئے تھے لہٰذا مناسب وقت کے انتظار میں بیٹھ گئے اور آپ کا یہ سکوت ایک حکیمانہ فعل تھا۔

اصلاح سے بھرپور قیام :

معاویہ کے مرتے ہی ایک دم حالات بدل گئے تھے۔پس حضرت امام حسینؑ نے سکوت توڑا، بیعت سے انکار کیا اور مکہ میں آ ٹھہرے ،چار مہینے کچھ دن قیام کیا تا کہ دنیا پر حجت تمام ہوجائے کہ فرزند رسول □ نے قیام کردیا ہے جوظلم کے خلاف اپنے شرعی وظیفہ پرعمل کرنا چاہے، وہ آئے اور مدد کرے مگر پورے عالم اسلام سے کوئی آواز نہ آئی۔کوفہ سے ایک مری ہوئی آواز آئی جس پربھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا پھربھی امام نے مسلم بن عقیل کوبھیج دیا تھا اورخودبھی اسی آواز کے سہارے چل پڑے تھے ،محمد بن حنفیہ ،عبداللہ بن عباس اور بڑی بڑی قد آور شخصیتوں نے روکا ،سمجھایا اورمشورہ دیا مگر امام تیارنہ ہوئے کہ اب وہی اعتراض آمیز سکوت جاری رکھیں ،ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اگر بیعت کا مطالبہ بھی نہ ہوتا،صرف مرگ معاویہ کی خبر مل جاتی توحضرت امام حسینؑ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے لہٰذا سب سے ز یادہ اہم تیسرا سبب '' امت جد کی اصلاح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' ہے ،صرف اسی ہدف پر نشانہ لگاکے آپ نے قیام کیا ہے۔

مسلمانوں کا خلیفۂ وقت یزید :

ایک ناتجربہ کار،شہوت پرست ،عیاش ،بے شرم وبے باک،سگباز ،شراب خور ،مغرور، احمق، کوتاہ فکر اور دو راندیشی سے محروم تھا، یزید کی ماں مسیحی تبار تھی ،عیسائی تعلیم وتربیت اوراخطل نامی نصرانی شاعر سے رابطہ دوستی رکھتی تھی ۔۷؎ یہی وجہ ہے کہ یزید فخر یہ کہا کرتا تھا: ''اگر دین محمدی ؐ میں شراب حرام ہے تو دین مسیح کی اساس پر شراب لو اور پیئو ۔'' ۸؎ یزید اپنے دادا ابوسفیان کی

طرح تمام چیزوں کو فرضی تصور کرتا تھا لہٰذا واقعہ کربلا کی ظاہری کامیابی پر کہتا ہے : ''بنی ہاشم کا ایک کھیل تھا، نہ کوئی عالم غیب ہے اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔'' یزید جنگ بدر کے مجاہدوں سے اپنے دیرینہ کینہ وحسد کا اظہار اور قتل حسینؑ سے اپنے آباء واجداد کے قتل کی تلافی کرتے ہوئے کہتا ہے : ''کاش! ہمارے آباء واجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے ہیں ،حاضر ہوتے تو بڑے خوش ہوتے اور کہتے ''یزید تمہارا ہاتھ صحیح سلامت رہے اور کبھی شل نہ ہو۔'' ہم نے آل علیؑ کو جنگ بدر کا مزہ چکھا دیا اور ان سے اپنا انتقام لے لیا۔۹؎ الغرض امیر شام کے مرتے ہی معاشرہ کی اصلاح اور اسلام زندہ کرنے کے اسباب فراہم ہوگئے تھے، اب امام صلح حسنؑ کے تابع نہ تھے، تفرقہ اندازی ،خروج بر خلیفہ اور نقض اتحاد کا مارک چپکا کر امام کے قیام کو مخدوش اور متنفر کرنے والا اب کوئی نہ تھا ،ایسی صورت میں نواسۂ رسولؐ کے عنوان سے حسینؑ کا قیام اگر شہادت کو بھی طلب کرتا، امویوں کو بڑا مہنگا پڑتا کیونکہ امیر شام کی جگہ پر یزید جیسا بدنام زمانہ شخص بیٹھا تھا، یزید کی حالت اتنی بدتر تھی۔خود اس کے چاہنے والوں کی زبان اس پر اٹھتی تھی۔ جب معاویہ نے زیاد ابن ابیہ سے یزید کو اپنا ولیعہد بنانے کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کی مخالفت کی تھی ،یہی وجہ ہے کہ جب تک زیاد زندہ تھا امیر شام نے یزید کیلئے بیعت نہیں لی تھی۔۱۰؎

یزید فسق وفجور اور عدم لیاقت کے لحاظ سے اتنا برا تھا کہ زیاد جیسے خونخوار ،سفاک اور دنیا پرست شخص کی عقل بھی اجازت نہ دیتی تھی ، معاشرہ کی باگ ڈور ایک احمق کے ہاتھ میں دے دی جائے ورنہ زیاد اسلام کیلئے دلسوز دل کہاں رکھتا تھا کہ وہ یزید کی بے دینی پر آنسو بہاتا۔ یزید کا چہرہ ظاہر ہونے سے امام کے قیام کا مقصد روشن ہوجاتا ہے ،یزید کی حکومت اسلام میں ایک موروثی ظالم حکومت کی بدعت کا آغاز کرنے والی تھی پس اگر امام، یزید کی بیعت کر لیتے تو آپ کی یہ بیعت یزیدی حکومت کیلئے ایک بہت بڑی دلیل بن جاتی ،امام نے مدینہ میں ولید بن عقبہ سے کہہ دیا تھا: ''یزید جیسا معاشرہ پر مسلط ہو تو سمجھ لو اسلام کی فاتحہ پڑھی جاچکی ہے''۱۱؎

بہرحال یزید کے برسراقتدار آنے سے قیام کے اسباب مہیا ہوگئے تھے ،امیر شام کے دور میں ہر قیام ناکام تھا ،نہ ظاہری کامیابی لاتا اور نہ ہی خون رنگ لاتا لیکن آج لوگوں کی روح خون امام حسینؑ کے پیام کو جذب کرنے کیلئے آمادہ تھی ،بہت حساس وقت تھا جس کا دسیوں سال سے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ انتظار کرتے کرتے شہید ہوگئے تھے ،ضمیروں کو بیدار کرنے کیلئے زلزلہ خیز وقت آچکا تھا اگر

یہ وقت نکل جاتا تو پھر کبھی ہاتھ نہ آتا ،آج حسینؑ کو ۷۲ ساتھی مل بھی گئے تھے پھر کسی کو یہ بھی نہ ملتے اور امت کی اصلاح ناممکن تھی لہٰذا امام نے وقت کو غنیمت جانا اور اٹھ کھڑے ہوئے ، حضرت امام حسینؑ اپنے اس قیام میں غالب آتے یا مغلوب ہوجاتے دونوں صورتوں میں فاتح اور کامیاب تھے ،اگر غالب آتے حکومت تشکیل دیتے تو بھی اسلام زندہ ہوتا اور اگر مغلوب ہوتے تو اپنے خون سے ضمیروں کو بیدار کرتے جیسا کہ خون حسینؑ نے اثر دکھایا بھی ہے ،آج بھی امت خون حسینؑ سے بیدار اور زندہ ہے۔

روش جہاد :

حضرت امام حسینؑ نے جہاد اور مقابلہ کی روش کیوں اپنائی اور ثقافتی راہ کیوں نہ اپنائی ؟ امام اگر اپنی زبان، قلم اور اپنی علمی سیرت سے دینداری کا درس دیتے ،لوگوں کو اسلامی معارف واحکام سے آگاہ کرتے تو یہی شاگرد اسلامی کلچر کی بقا کے محافظ اور جاہلی افکار کے لئے مانع ہوتے جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے مکتب تشیع کو مذہب جعفری کے عنوان سے یادگار بنایا ہے؟! حضور والا ! یہ ثقافتی راہ ضرر و موثر تھی مگر عملی میدان میں کارگر نہیں تھی اس لئے کہ اموی حاکم اس کی اجازت نہ دیتے ، مدینہ میں امام حسینؑ کو انھوں نے نظر بند رکھا تھا ،لوگ دور تھے انھیں آپ کی پوری معرفت نہ تھی تنہا مدینہ والوں کی اصلاح ہوسکتی تھی، دوسرے یہ راہ تمام پہلوؤں سے معاشرہ کی اصلاح کی ضامن نہ تھی کیونکہ ثقافتی امور دیر میں اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ حسینؑ کو معاشرہ کی اصلاح کے لئے تندرفتار روش کی ضرورت تھی، دیسی دوائی کے بجائے انگریزی دوا اور ٹیبلٹ کے بجائے انجکشن کی ضرورت تھی ،اس لئے کہ امام اسلام کو شدید خطرہ میں دیکھ رہے تھے لہٰذا آپ نے راہ جہاد کو اختیار فرمایا کیونکہ جب معاشرہ میں فساد بڑھ جاتا ہے اور ضمیر مردگی عروج پر پہونچ جاتی ہے تو پھر مصلحان قوم اور ہادیان امت راہ مبارزہ اختیار کرتے ہیں، لوگ جب دیکھتے ہیں کہ صلح کرنے والے اپنی جان ومال کی اور بیوی بچوں کی قربانیاں دینے کیلئے تیار ہوگئے ہیں تو وہ اپنے اندر احساس شرم کرتے ہیں کیونکہ حق پر بہنے والا مجاہدوں کا خون معاشرہ میں ہلچل مچاتا ہے ،نور افشانی کا بم پھٹتا ہے ،صدیوں تک تاریخ بشریت کو اپنے اثرات کے کنٹرول میں رکھتا ہے ،امام حسینؑ کو یہی صورت درپیش تھی جس طرح رسولؐ نے راہ جہاد ومبارزہ کواپنایا تھا، امام نے بھی راہ جہاد ومبارزہ کواپنایا، رسولؐ نے معجزہ کی طاقت سے بھی کام لیا تھا مگر امام کے پاس اپنے دعوی کوسچا ثابت کرنے کیلئے یہ طاقت اس پیمانے پر نہ تھی۔

فلسفۂ قیام :

جناب محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے ہوئے اپنے قیام کا مقصدامام نے یہ بیان کیا : ''میں نے ہوا وہوس اور بدمستی کیلئے قیام نہیں کیا ،میرا مقصد فساد اورظلم وستم نہیں ہے بلکہ میں نے اپنے جد کی امت کی اصلاح ،اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے قیام کیاہے ،میں اپنے جد کی سیرت پر عمل کرنا چاہتا ہوں'' ۱۲؎ یہ وصیت حسینی انقلاب و قیام کو سمجھنے کیلئے بہترین سند ہے ،کیسی اور کونسی اصلاح چاہتے ہیں؟ امام خود بیان کرتے ہیں : ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ انحراف ومفاسد کوختم کرنا، اسلامی کمالات ومعنوی فضائل کو زندہ کرنا ہی میرا ہدف ونشانہ ہے ،میں اپنے قیام کے ذریعہ اپنے جد رسول اللہ □ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں ،میرا قیام رسول اکرم □ کی بعثت کے مترادف ہے ، جیسے میرے جد رسول □ نے جاہلیت کی پر پیچ فضا میں قیام کیا تھا اور تمام جاہلی آداب ورسوم کو ختم کرکے نور اسلام کی شمع جلا دی تھی،ایسے ہی میں بھی اپنے زمانے کی نئی جاہلیت سے جو دینی رنگ اور لعاب چڑھائے ہے ،مبارزہ کر نا چاہتا ہوں''۔یہ ایسی توفیق الٰہی ہے جو رسول □ کے بعد تنہا حسینؑ کو نصیب ہوئی ہے ، حضرت علیؑ وامام حسنؑ بھی اپنے زمانے کی جاہلی ثقافت کوختم کرنے میں ناکام رہے ہیں لیکن حسینؑ نے اسلام کو زندہ اور جاہلیت کو مات دینے کی توفیق الٰہی پالی ہے ،اسی لئے فرماتے ہیں: ''میری سیرت رسول □کی سیرت کے مشابہ ہے ،میرا عمل رسول □ کی بعثت کے مترادف ہے،میرا قیام ایک نئی اور دوسری بعثت ہے''۔اس وصیت میں امام نے اپنے قیام کے چار سبب ذکر کئے ہیں : (۱) اصلاح امور امت (۲) امر بالمعروف (۳) نہی عن المنکر (۴) اپنے جد کی سیرت کی پیروی وترویج۔ انہیں چار مقاصد کوحسینی انقلاب کی بنیادقرار دیا جاسکتا ہے اور یہی وہ چارعناصر اربعہ ہیں جو اسلام کی بقا کی ضمانت ہیں۔ اس کے علاوہ بھی حسینؑ نے مختلف جگہوں پر اپنے قیام کے فلسفے اوراہداف بیان کئے ہیں۔آپ نے سپاہ حر سے فرمایا: ''دیکھ نہیں رہے ہو! حق پر عمل نہیں ہورہا ہے ،منکرات سے نہیں روکا جار ہا ہے ایسی صورت میں ایک مومن کو مرنے کی تمنا کر نی چاہیئے ۔''۱۳؎ کربلا میں دشمنوں پر حملہ کرتے وقت اپنے اشعار میں فرمایا: ''میں حسینؑ بن علیؑ ہوں، میں تمہارے سامنے نہیں جھکوں گا،میں اپنے خاندان کی حمایت کروں گا اور اپنے جد رسول خدا □ کے دین ومشن کو آگے بڑھاتا رہوں گا۔''۱۴؎ الغرض حضرت امام حسینؑ نے روش جہادکو اپنایااور راہ ثقافت کو چھوڑ دیا،بات معقول ہے لیکن امام نے روش شہادت کوکیوں اختیار کیا ،تشکیل حکومت او رغلبہ

پانے کی روش کو کیوں نظر انداز کیا؟ قیام امام کی دو صورتیں ممکن تھیں، روش حکومت اور روش شہادت۔

روش حکومت:

امام حسینؑ اگر امویوں پر غالب آتے ،حکومت تشکیل دیتے تو آپ کامیاب تھے کیونکہ پورا عالم اسلام بنی امیہ سے تنگ آچکا تھا ،کوفی آپ کی حمایت وپشت پناہی پر کھڑے ہوتے ،لوگ اپنے حاکموں کے دین پر چلتے ہیں لہٰذا وہ آپ کے تابع ہوتے تو آپ اسلام کو زندہ اور امت کی اصلاح کرسکتے تھے ،پھر کیوں آپ نے اس راہ سے گریز کرکے روش شہادت کو اپنایا ہے ؟ اگر حسینؑ حکومت تشکیل دیتے تو مصدر قدرت قرار پاتے ،بجا اور نابجا طوفانوں کا سامنا کرتے ،لوگوں کی تمام توقعات پر پورا نہ اترتے اوراگر خدانخواستہ راہ ظلم اختیار کرتے تو یزید اور حسینؑ میں کوئی فرق نہ رہتا، نتیجہ میں حسینؑ کو ایک گروہ کی توقعات کا منفی جواب دینا پڑتا اور وہ گروہ آپ سے دور ہوجاتا ، آپ کی نصیحتیں بھی کارگر نہ ہوتیں جیسے حضرت علیؑ کے نصائح طلحہ وزبیر کے سامنے فیل تھے،اس لئے آپ نے اس راہ سے گریز کرکے راہ شہادت کواپنایا تھا ، آپ اپنے بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ کی حکومت سے تلخ تجربہ حاصل کرچکے تھے ،کہاں ہیں وہ لوگ جوحسینؑ کی جنگ کودوشہزادوں کی جنگ سےتعبیر کرتے ہیں ؟

روش شہادت:

حضرت امام حسینؑ نے اپنےعظیم الٰہی مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے شہادت کی راہ وروش اپنائی،آپ اگر ظاہراً ناکام ہوتے تب بھی معاشرہ کی اصلاح کرنے میں کامیاب تھے ،آپ کا خون رنگ لاتا کیونکہ آپ کی شہادت ایثار وقربانی اور ازخودگذشتگی میں بالکل ڈوبی ہوتی ،کسی کیلئے دلگیری کا جلوہ نہ رکھتی،سیاہ اور پتھردل انسانوں کوبھی پگھلاتی، جتنا خون محترم ہوگا جتنا درجۂ کمال پر پہنچا ہوگا اتنا ہی زیادہ رنگ لائے گا ،اس کی نورانیت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا اورخون کا پیغام دینے والے بھی محترم ،پاکیزہ ،بافضیلت اور زیادہ مظلوم ہوں تو وہ خون اور قیام قیامت تک باطل کو ضرورشکست دیتا رہے گا۔

خون حضرت امام حسینؑ :

حسین مظلوم کا خون بہت محترم تھا، حسینؑ ثاراللہ تھے، خون حسینؑ کسی سے قابل مقائسہ نہ تھا۔ امام انتہائی حدوں تک درجہ کمال پر فائز تھے، پورے عالم اسلام میں سب سے افضل تھے، عبداللہ بن عمر نے جب امام کو روکنا چاہا تو فرمایا: ''آپ فرزند رسول ﷺ ہیں، آپ رسول خداؐ کے پارۂ جگر ہیں۔'' واقعاً حسینؑ نور خدا اور حجت خدا تھے، مومنوں کے دلوں میں آپ کے نام کے دیئے جلتے تھے، آپ کی ذات حق وباطل میں تمیز کا معیار تھی، لوگ آپ کو ابن رسول اللہ ﷺ، ابن بنت رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے، امام جوانان جنت کے سردار تھے، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے چاہنے والوں کے بارے میں رسول ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اصحاب نے رسولؐ کو حسینؑ کے گلے اور پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا، اصحاب نے اپنے بچوں کیلئے رسول اکرم ﷺ کی حسینؑ سے مہرو محبت کی داستانیں نقل کی تھیں، دربار ابن زیاد میں جب زید بن ارقم نے دیکھا۔ ابن زیاد امام کے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے تو ان سے برداشت نہ ہوا فوراً ابن زیاد کو ٹوک دیا'' چھڑی حسینؑ کے دانتوں سے ہٹاؤ، میں نے رسولؐ کو ان ہی دانتوں پر پیار کرتے دیکھا ہے''۔۱۵ فرزدق شاعر نے حسینؑ سے راہ کربلا میں کہا: لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔'' پس اگر حسینؑ شہید ہوجاتے تو جو دل خوف وہراس یا جہل ونادانی کے سبب آج آپ کی حمایت سے گریز کرتے تھے، وہ شہادت کے دوسرے دن ضرور بیدار ہوجاتے کہ کس منجدھار میں جا پھنسے ہیں، کیوں انھوں نے حسینؑ کی حمایت نہیں کی ہے؟ دربار ابن زیاد میں اسراء کربلا کے چند جملوں نے انقلاب برپا کردیا تھا حتی وہ یزیدی بھی رو رہے تھے جن کے ہاتھ کہنیوں تک خون حسینؑ سے رنگین تھے۔ قیام توابین کے دوران جو شیعہ خوف وہراس یا جیل میں پڑے رہنے کی وجہ سے حسینؑ کی حمایت نہ کرسکے تھے، آج وہی امام کے قاتلوں سے قصاص لینے کی خاطر جنگ کر رہے تھے انھیں کامیابی کی امید بالکل نہیں تھی۔ شہادت حسینؑ کی محبت میں دشمن کی کاٹتی چمکتی تلوار کے سامنے جاگرتے تھے اور اپنی جان تیغ جفا کے سپرد کردیتے تھے بلکہ آج بھی حسینؑ کے چاہنے والے امام کی محبت میں ظلم کے خلاف سر کٹانے سے نہیں چوکتے ہیں۔ یہ حسینؑ کے مقدس ومحترم اور بافضیلت خون ہی کا اثر ہے۔

حسین مظلوم نے راہ شہادت کیوں اختیار کی؟

راہ شہادت اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ تمام قرائن وشواہد یہ بتارہے تھے کہ حسینؑ کو

شہادت نصیب ہوگی اور آپ کا قیام خون سے رنگین ہوگا۔ پورے عالم اسلام پر امویوں کی دہشت طاری تھی،معاشرہ کی روح پر جاہلی کلچر غالب تھا لہٰذا تشکیل حکومت اور ظاہری کامیابی کے امکانات ناپید تھے۔امام حسینؑ مکہ میں چار ماہ ٹھہرے ،پورا جہان اسلام متوجہ ہوگیا تھا کہ حسینؑ ان کی حمایت کے منتظر ہیں۔ بے وفا کوفہ سے ایک آواز آئی ،آپ نے مسلم بن عقیل کو بھیج دیا اور خود بھی روانہ ہوئے کیونکہ اب امام کے لئے مکہ میں رہنا دو بھر ہوگیا تھا۔ امام حسینؑ بیداری کی لہر ایجاد کئے بغیر خاموشی سے قتل ہونا او رخانہ کعبہ کی حرمت زائل کرنا نہیں چاہتے تھے ،عراق جانے سے روکنے پر مختلف لوگوں کو آپ نے مختلف جواب دیئے ہیں:''اس کام میں خدا سے طلب خیر چاہوں گا ،قضاء الٰہی کو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، جو خدا پسند کرتا ہے ،اس کا حکم دیتا ہے، خدا سے طلب خیر چاہوں گا اور حالات دیکھوں گا۔'' ۱۶؎ اس طرح کے جوابات عراقیوں کی وفا پر بحث کرنے سے گریز تھا اور امام کو ان کی وفا پر اعتماد نہ تھا۔

حضرت کے قیام کا ایک مقصد ناصح دوستوں پر اعتراض بھی تھا کہ دین کو خطرہ میں دیکھ کر کیوں قیام نہیں کرتے ہیں ،کیوں دنیا کی عافیت میں دین چاہتے ہیں ،نصرت اسلام خون چاہتی ہے تو بھاگتے کیوں ہیں؟ امام یہ شکوہ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک دل میں نہاں رکھے رہے ،کربلا پہنچے تو اپنا عقدۂ دل بیان کیا :''لوگ دنیا کے غلام ہیں،ان کی زبانوں پر دین بچے ہوئے لقمہ کی مانند ہے، جب تک ان کی معیشت رونق پکڑتی ہے، دیندار بنے رہتے ہیں اور جب آزمائے جاتے ہیں تو حقیقی دیندار کم ہوجاتے ہیں''۔ ۱۷؎ کوفیوں کی بے وفائی اور جناب مسلم کی شہادت کی خبر سے حکومت پانے کا احتمال دم توڑ گیا تھا بلکہ آغاز قیام ہی سے ختم تھا اور شہادت کا احتمال جلوہ گر تھا، اسی میں حسینؑ کامیابی اور امت کی اصلاح دیکھ رہے تھے جو روکنے والوں کو نظر نہ آتا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جب حضرت امام حسینؑ روانہ ہوئے تو بنی ہاشم کے نام یہ خط لکھا:

''جو میرا ساتھ دے گا وہ شہید کیا جائے گا اور جو مجھ سے کترائے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا'' ۱۸؎ روایت کا یہ جملہ بتاتا ہے کہ امام شہادت کو اپنی کامیابی کا راز سمجھتے تھے مگر ایسا بھی نہیں ہے امام حسینؑ نے حکومت کیلئے ہاتھ پیر نہ چلائے ہوں بلکہ جہاں ذرا بھی اس کی رمق ملتی فوراً ادھر ہی کا رُخ کرتے لہٰذا کوفیوں کو مثبت جواب دیا اور بصرہ والوں سے مدد طلب کی ،امام حسین

ؑ کی رفتار وگفتار سے شہادت کی بومشام کو پہنچتی، جنگ پر جاتے وقت کبھی حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ نے وصیت نامہ نہیں لکھا تھا مگر حسینؑ نے لکھا، جب محمد بن حنفیہ نے حسینؑ کی بات کاٹ کر رونا شروع کر دیا، حسینؑ بھی رونے لگے اور محمد بن حنفیہ کے تصور کی تائید فرمادی۔ ابن عباس وقت رخصت ڈھاڑے مار کر رونے لگے تو امام بھی گلے لگ کر بہت دیر تک روئے۔ ۱۹؎ امام کی نانی ام سلمٰی نے عراق جانے سے روکا تو فرمایا: ''خدا کی قسم! جیسا نانا رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے میں ویسے ہی قتل کیا جاؤں گا، عراق بھی نہ جاؤں تب بھی مجھے قتل کر دیا جائے گا''۔ ۲۰؎ مکہ میں عراق جانے سے قبل فرمایا: ''اولاد آدم کے گلے میں موت ایسے پڑی ہے جیسے جوان دوشیزہ کے گلے میں کوئی ہار ہو، میں اپنے آباء واجداد کا اسی طرح مشتاق ہوں جس طرح جناب یعقوب یوسف کے مشتاق تھے، میرے لئے جگہ معین ہے، میرے پیکر کو وہاں پہنچنا ضروری ہے، کربلا میں بیابانی بھیڑیئے میرے جسم کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں اور اپنے خالی پیٹ بھر رہے ہیں، جب قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے اس کے بعد کوئی چارہ کار نہیں ہے۔'' ۲۱؎ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے دوستوں کی شہادت کو تنہا امت کی اصلاح اور احیاء دین کیلئے چنا تھا اس کیلئے اگر مطالبہ بیعت بھی نہ ہوتا تب بھی آپ قیام فرماتے۔

مکتب اہل بیت کی خصوصیت:

درحقیقت مکتب اہلبیت میں بیوی بچوں کو میدان میں لانے کا تجربہ کم تھا اور بنی ہاشم کی غیرت اس کی اجازت ہی نہ دیتی تھی لیکن امام کے مکتب فکر میں یہ ضروری تھا اس لئے کہ زمانہ اس موڑ پر پہنچ چکا تھا جس میں نبی مکرمؐ کی اصلاح کے ہتھیار بھی فیل تھے۔ حسینؑ کے زمانے کی جہالت ودین سے دوری اصلاح کے لئے نئی روش اور نئے ہتھیار مانگ رہی تھی، بیوی بچوں کو ساتھ لانا اتفاقی امر بھی نہ تھا اس لئے کہ ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کو آپ نے جواب دیا تھا کہ خواب میں رسولؐ نے مجھے حکم دیا ہے: ''اے حسینؑ اٹھو اور قیام کرو، خدا تم کو مقتول اور تمہارے بیوی بچوں کو اسیر دیکھنا چاہتا ہے۔'' اسیران کربلا کا ہر فرد، واقعات عاشورا کا عینی شاہد تھا۔ اگر یہ لوگ کربلا میں نہ ہوتے تو معلوم نہیں کہ اب تک تاریخ کربلا تحریف ہوگئی ہوتی یا نہیں؟ کوفہ وشام کے بازاروں میں سیدامام سجادؑ اور جناب زینبؑ کے آتش فشاں خطبوں نے حالات کا دھارا امام حسینؑ کے حق میں موڑ دیا، ضمیروں کو بیدار اور جھنجھوڑ ڈالا، قیدیوں کے چند جملوں نے ہی کوفیوں کے دل ہلا ڈالے، جن کو فیوں

کے ہاتھ کہنیوں تک خون امام سے رنگین تھے ،وہ آج چند روز کے بعد ندامت کے آنسو بہارہے تھے،شام میں دربار یزید کو اپنی تقریروں سے ہلا ڈالا،لوگوں کو یزید کے خلاف ابھارا ،بنی امیہ کو اپنا تخت وتاج گرتا نظر آیا فوراً اظہار ندامت کرنے لگے اور مختلف تاویلوں کا سہارا لینے لگے ،یہ سب حسینؑ کے بچوں اور خواتین کربلا کا کارنامہ ہے،جہاں کسی بری ذہنیت کو کچلنا ہوتا ہے ،وہاں عورتوں بچوں کو لایا جاتا ہے ،حسینؑ یزید کو شکست نہیں دینا چاہتے تھے، یزیدیت کو شکست دینا چاہتے تھے ، سلطنت یزید کا تختہ نہیں الٹنا تھا ،یزیدی ذہنیت کو قیامت کے لئے کچل دینا چاہتے تھے۔

مقصد کی کامیابی:

امام اپنے مقصد میں کامیاب ہیں،آپ نے جو دعویٰ کیا تھا کہ ''میرا مقصد اپنے جد کی امت کی اصلاح کرنا ہے۔'' کیاامامؑ اس میں کامیاب ہوئے یا امامؑ کی قربانیاں اکارت گئیں ؟ حضرت امام حسینؑ کے کامیاب ہونے کی دلیلیں تو بہت ہیں ہمیں تو بس اتنا معلوم ہے کہ اب کسی مائی کے لال میں اتنی ہمت نہیں ہے اور نہ قیامت تک ہوگی جو بدھ کے دن نماز جمعہ پڑھا سکے اور اگر کوئی سر پھرا پڑھائے گا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی، پورا عالم اسلام اسکے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا ۔

حوالے:

۱۔ امام حسینؑ وجاہلیت نو ،جواد سلیمانی

۲۔ تاریخ طبری ،اردو ج/ ۴ ص/ ۱۶۵ باب ۸

۳۔ تاریخ طبری ج/ ۴ ص/ ۳۵ ۱ باب ۱۵ اردو ترجمہ

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ،ابن قتیبہ دینوری ج/ ۱ ص/ ۱۸۰ منقول از سیرہ پیشوایان ص/ ۱۵۶

۵۔ مروج الذہب ،مسعودی ج/ ۳ ص/ ۳۱ منقول از سیرہ پیشوایان مہدی پیشوائی ص/ ۱۸۵

۶۔ نہج البلاغہ/خطبہ/ ۲۰۰

۷۔ سمّو المعنی فی سموالذات ،علائلی ص/ ۹ ۷ منقول از امام حسینؑ وجاہلیت نو ،جواد سلیمانی ص/ ۱۶۹

۸۔ سیرہ پیشوایان ص/ ۱۸۰ بنقل تتمۃ المنتہیٰ فی وقائع ایام الخلفاء ،شیخ عباس قمی ص/ ۴۳

۹۔ بلاغات النسآء ،ابن طیفور ص/ ۲۰ منقول از سیرہ پیشوایان ص/ ۲۰۱

۱۰۔ تاریخ طبری ،اردو ،ج ۴ ص/ ۳۵ ۱ باب ۵

۱۱۔ امام حسینؑ وجاہلیت نو ص/ ۹ ۱۶ بنقل ابن عثم ،الفتوح ج/ ۵ ص/ ۷ ۱ و مقتل خوارزمی ج/ ۱ ص / ۱۸۴

وابن طاؤس ،لہوف ص/۹۹

۱۲۔بحار الانوار ج/۴۴ص/۳۲۹وامام حسینؑ وجاہلیت نو ص/۱۶۱بنقل مقتل خوارزمی ج/۱ ص/۱۸۸ والفتوح ج/۵ص/۱۱

۱۳۔ طبری ،اردو ج/۴ص/۲۳۰باب۱۱

۱۴۔تاریخ طبری ،اردو ج/۴ص/۲۸۲باب۱۱

۱۵۔ ارشاد شیخ مفید ج/۲ص/۶۷

۱۶۔ الاخبار الطوال ص/۲۲۹وص/۲۹۴ازص/۲۰۰

۱۷۔ مقتل خوازمی ص/۲۳۷ج/۱وتحف العقول ص/۲۴۵ازص/۲۰۱

۱۸۔ لہوف ،سید بن طاؤس ،باترجمہ فارسی ص/۸۴وبحارالانوار ج/۴۴ص/۳۳۰

۱۹۔ الفتوح ،ابن اعثم ج/۵ص/۲۶ومقتل خوارزمی ج/۱ص/۱۹۳ازص/۲۰۶

۲۰۔ بحار ج/۵۴ص/۸۹حدیث ۲۷

۲۱۔ لہوف ص۱۲۶ وبحارالانوار ج/۴۴ص/۳۶۶ازص/۲۰۷